تصدیق
جلد ۰۲ شمارہ ۰۵، ۲۰۲۳

Article

Hazrat Ibrahim's Talmih in Iqbal's Urdu Poetry

کلامِ اقبال اردو میں حضرت ابراہیم کی تلمیح

Dr. Muhammad Ramzan Tahir*[1]
[1] Assistant Professor Department of Urdu The Islamia University of Bahawalpur
*Correspondence: ramzan.tahir@iub.edu.pk

[1] ڈاکٹر محمد رمضان طاہر

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

ABSTRACT: In Iqbal's poetry, Hazrat Ibrahim's name has been used in many places. When describing his forgiveness by Allah to Allama Iqbal, he looks back to the past, which is the historical event that he feels is closest to him. They give symbolic figures very beautifully, especially in him, there is a lot of use of Qur'anic hints. So, let's make an example Iqbal has presented Hazrat Ibrahim's fearless jump into the fire of Namrud, running a knife on Hazrat Ismail's neck, the spirit of loyalty and sacrifice as an example of self-sacrifice for others. In his Urdu poetry, Allama Iqbal has made good use of the life and character of Hazrat Ibrahim Khalilullah, who is the leader of monotheists and whose courageous fight against falsehood will continue to warm the hearts of all ages. Iqbal has given a message to adopt the lofty role of Ibrahim Khalilullah in his poetry. He also emphasizes the identity of contemporary Namruds and guides the Ummah to the path of unity as well as progress and perfection.

KEYWORDS: Migration, Talmih, Atesh Nimrod, Self, Fearlessness, Ishq, Wafa, Ibrahim, Ummah

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/s2vhtq37
Received:03-12-2023
Accepted:12-12-2023
Online:28-12-2023

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

علامہ اقبالؒ کے کلام میں دل کشی کا ایک اہم پہلو تلمیحات کا خوب صورت استعمال بھی ہے۔ انھوں نے اپنا مافی الضمیر بیان کرتے وقت جو تاریخی کردار یا واقعہ اپنے خیالات کے قریب تر محسوس ہوا اسے نہایت مہارت سے علامتی پیکر عطا کیا ہے۔ اقبال کے ہاں قرآنی تلمیحات کا استعمال بکثرت ملتا ہے۔ ان کے استعمال سے وہ نہ صرف انبیاء اور دیگر کرداروں کی خوبیوں اور ان کی جدوجہد کی طرف توجہ دلاتے ہیں بلکہ ان سے متعلق واقعات کی طرف بھی قاری کو متوجہ کرتے ہیں۔ علامہ اقبال کے اردو کلام میں حضرت ابراہیمؑ اور آزر کی تلمیحات کا استعمال اکثر جگہوں پر ملتا ہے۔ڈاکٹر بصیرہ عنبرین کے مطابق:

> "وہ خلیل اللہ کے اعلائے کلمتہ الحق کو سراہتے ہوئے ان کے آتش نمرود میں بے خوفی سے کود جانے کے واقعہ کو حق گوئی و بے باکی کی علامت قرار دے کر اپنے کلام کی معنی خیزی میں قابلِ قدر اضافہ کر دیتے ہیں۔"(۱)

حضرت ابراہیمؑ کا بتوں سے نفرت اور بت شکنی کا عمل بطور استعارہ مشہور ہے۔ علامہ اقبال انہیں جاہلانہ رسومات اور بت پرستی کی روایات سے انحراف کرنے کے باعث ایک موحد کے طور پر اپنا پسندیدہ کردار تصور کرتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ماحول اور معاشرے میں رائج تمام جاہلانہ رسومات ار توہمات کے خلاف کلمہ حق بیان کر کے ایک اللہ کی عبادت کا درس دیا۔ اسی لیے وہ حضرت ابراہیم کی یہ خصوصیات اپنے پسندیدہ کردار مردِ مومن میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ بقول عابد علی عابد:

> "حضرت ابراہیمؑ نے بہت سے بت توڑ دیئے تو نمرود نے عوام کے جذبات سے فائدہ اٹھا کر حضرت ابراہیم کو آگ میں جھونکنے کا حکم دیا لیکن آگ ٹھنڈی ہو کر گلزارِ خلیل بن گئی۔"(۲)

علامہ اقبال کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ کا ایک بت پرست معاشرے میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کرنا نہایت متاثر کن عمل ہے۔ یوسف حسین خان لکھتے ہیں:

> "اصولِ توحید وہ نکتہ ہے جس کے گرد عالم چکر لگا رہا ہے۔ فطرت کے گونا گوں افعال کا مقصد و منتہا یہی ہے کہ کائنات اور حیات کا معمہ اسی سے حل ہو سکتا ہے جب تک انسان لا الہ کا رمز شناس نہ ہو جائے۔ اس وقت تک وہ ماسوا اللہ کے غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اپنی ذات کی تحقیق کر سکتا ہے۔"(۳)

اہلِ بابل مشرک تھے۔ وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ ان کا حضرت ابراہیمؑ سے بت پرستی کے ضمن میں ایک مناظرہ ہوا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے مجسموں کو توڑ پھوڑ کر ان کی تحقیر و تذلیل کر کے انھیں باطل ثابت کیا تھا۔ اہل بابل شہر سے باہر اپنے اہم تہوار پر گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے بھی کہا تھا کہ آپ بھی چلیں لیکن وہ ان سے ساتھ نہیں گئے۔ بستی والوں نے ایک بت

خانے میں بت سجائے ہوئے تھے۔ وہ ان کے سامنے انواع واقسام کے کھانے رکھ کر گئے تھے کہ یہ کھانا کھاتے رہیں گے۔ سید عبد الجلیل لکھتے ہیں:

"جب حضرت ابراہیمؑ نے کھانا دیکھا جو ان کے روبرو رکھا ہوا تھا تو پوچھا یہ کھانا تم نہیں کھاتے لیکن جب انھوں نے جواب نہیں دیا تو کہا تو بولتے کیوں نہیں؟ اور سیدھے ہاتھوں سے انہیں مارنا شروع کیا اور ایک کلہاڑی سے انہیں توڑ ڈالا۔ صرف ایک بڑا بت رہ گیا تھا۔ اس سے انہوں نے اپنی کلہاڑی باندھ دی۔"(۴)

حضرت ابراہیمؑ نے اسی جذبہ اور اعتماد کے ساتھ بغیر کسی خوف کے بتوں کے ٹکڑے کیے تھے۔ خودی کے عارفوں کے اندر جب جذبہ توحید بیدار ہوتا ہے تو ان کے سامنے کوئی بت معنی نہیں رکھتا۔ اقبال کو اپنے عہد کے مسلمانوں سے شکوہ ہے کہ وہ لوگ جو بت توڑا کرتے تھے اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو عام کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ اب ناپید ہو چکے ہیں اب اس دنیا میں جو موجود ہیں انہوں نے کئی طرح کے بت تراشے ہوئے ہیں۔ مفادات کے بت، تصورات کے بت، تعصبات کے بت، خیالات کے بت اور توہمات کے بت جگہ جگہ نظر آرہے ہیں۔ بے شک ان کے آباؤ اجداد نے حضرت ابراہیمؑ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بت شکنی کی لیکن افسوس کہ ان کی اولاد بت تراش آزار کے نقشِ قدم پر چل رہی ہے۔ صد حیف کہ یہ لوگ بت شکنی کے بجائے بت تراشی کو اپنائے ہوئے ہیں۔

بت شکن اٹھ گئے باقی جو ہیں بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آزر ہیں (۵)

علامہ اقبال کو اپنے دور کے مسلمانوں سے گلہ ہے کہ وہ پختہ ایمان کی دولت سے مالامال نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمان آج بھی حضرت ابراہیمؑ جیسا ایمان پیدا کرلیں تو ان کے لیے بھی آگ گلستان کا انداز اختیار کر سکتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب آتشِ نمرود میں ڈالا جا رہا تھا تو اسی وقت حکم ہوا

"ہم نے حکم دیا کہ اے آگ سرد ہو جا اور ابراہیمؑ پر سلامتی بن جا"(سورۃ الانبیاء: آیت نمبر ۶۹)

اس وقت اللہ تعالیٰ اگر آگ کو یہ نہ کہتا کہ سلامتی والی بن جا تو آگ اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ ابراہیمؑ کو سخت سردی لگنے لگتی اور آپ تکلیف محسوس کرتے، حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں:

"میری زندگی میں کوئی دن اور رات وہاں گزرے ہوئے ایام سے زیادہ خوشگوار نہیں گزرے"(۶)

اقبال کہتے ہیں کہ:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا (۷)

اقبال نے نہ صرف فنونِ لطیفہ کو نیا انداز دیا ہے بلکہ انھوں نے اس ضمن میں پوری اسلامی دنیا کو نیا ضابطہ بھی دیا ہے۔ ان کے نزدیک فن کا تصور یہ ہے کہ آرٹ انسانیت کو فائدہ پہنچاتا ہے، جو زندگی کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ انسانیت کے لیے سودمند ہے۔ یوسف حسین خان لکھتے ہیں:

"اُس (اقبال) کے نزدیک حقیقی شاعری وہی ہے جو اپنی شخصیت کو قوت اور عشق کی بدولت اپنے دل و دماغ پر ایسی کیفیت طاری کرے جس کے اظہار پر وہ مجبور ہو جائے۔ (۸)

اقبال کے نزدیک شاعری ایسی ہونی چاہیے جو دلوں کو موہ لے۔ اس میں کھری اور سچی بات کا اظہار ہو۔ ایک کھرے اور سچے شاعر کے کلام سے حضرت ابراہیمؑ کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ خاص کر اس وقت جب شاعر کی قوم آزر کی عادات اختیار کر چکی ہو یعنی بت شکنی کے بجائے بت تراشی اور بت پرستی اس کا شیوہ بن چکا ہو، پھر جس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے والد کے بنائے ہوئے بت توڑ کر قوم کو توحید کا درس دیا تھا اور سیدھے راستے کی نشاندہی کی تھی اسی طرح ایک اچھا شاعر بھی اپنی قوم کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔

شانِ خلیلؑ ہوتی ہے اس کے کلام سے عیاں
کرتی ہے اس کی قوم جب اپنا شعار آزری (۹)

علامہ اقبال حضرت ابراہیم کے مختلف انداز اپنے کلام میں واضح کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ کا کردار، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عملی اظہار، وفا، ایثار اور اطاعت کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ اس بات سے نالاں ہیں کہ مسلمانوں کے اکثر رہنما حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کرنے کے بجائے سامری اور آزر کی رہ پر چل پڑے ہیں۔ انہیں اس بات کا بھی رنج ہے کہ میں اپنی قوم کا شاعر ہوں۔ اس مناسبت سے میں کلیم کہلا سکتا ہوں مگر افسوس کہ مجھ میں حضرت موسیٰؑ جیسا سلیقہ موجود نہیں کہ میں اپنی گمراہ اور بھٹکی ہوئی قوم کی صحیح رہنمائی کر سکوں، اسی طرح تم میں بھی حضرت ابراہیمؑ جیسی شان موجود نہیں جنھوں نے توحید ربانی کا علم بلند کرتے ہوئے بتوں کو پاش پاش کیا، بیت اللہ کی تعمیر کی، بے خوف و خطر آتشِ نمرود میں کود پڑے، اللہ کی رضا کی خاطر ہجرت اختیار کی، اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلانے کے لیے آمادہ ہوئے اقبال اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے کلیمؑ ہونا چاہیے تھا مگر میں اس کے برعکس عمل کرتا ہوں اور سامری جیسے جادوگر کے زیر اثر ہوں۔

تمہیں خلیلؑ ہونا چاہیے تھے مگر تم نے بھی بت گری اور بت پرستی کو اپنا شعار بنایا ہوا ہے:

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاک جادوئے سامری تو قتیل شیوہ آزری (۱۰)

اقبال کو ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی، بے حسی اور غفلت دکھائی دے رہی تھی وہ اس بات پر سخت رنجیدہ تھے کہ ملت اسلامیہ پر یہ کیسا وقت آگیا ہے کہ ہر طرف آگ ہی آگ دکھائی دے رہی ہے۔ مسلمانوں کی بے حسی کے باعث باطل قوتیں نمرود کا کردار ادا کر رہی ہیں اور وہ اس کوشش میں ہیں کہ اولادِ ابراہیمؑ کو آگ میں دھکیل دیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر کیا یہ تصور کر لینا چاہیئے کہ باطل قوتیں پھر ایک بار اولادِ ابراہیمؑ سے کوئی امتحان لینا چاہتی ہیں۔ چونکہ انبیاء میں سے حضرت ابراہیم وہ نبی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بے شمار امتحان لیے، بہت سی آزمائشوں میں پورے اترے۔

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے

کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے (۱۱)

اقبال کو اس بات کا احساس تھا کہ اگر موجودہ حالات اس امت کے لے قابلِ رشک نہیں ہیں مگر وہ وقت جلد آنے والا ہے جب اسی امت میں عظیم لوگ پیدا ہوں گے۔ اگرچہ اس وقت مسلمانوں کی آنکھوں میں موجود آنسوؤں میں موسمِ بہار کے بادلوں کا اثر آگیا ہے جس سے یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ اب عالمِ اسلام میں پھر ایک بار بہت سے قیمتی موتی پیدا ہوں گے یعنی ایسے لوگ جنم لیں گے جو تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جائیں گے۔ بہت جلد ابراہیمؑ کی اولاد میں سے نئے موتی ظہور پذیر ہونے والے ہیں۔

سرشکِ چشمِ مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا

خلیل اللہ کے گھر میں ہوں گے گہر پیدا (۱۲)

اقبال کے نزدیک مسلمان کے لیے ازل اور ابد دونوں ہیں۔ اس کی دلیل یوں ہے کہ مسلمان ہی خدا کا پیغام عام کرنے والا ہے۔ جس طرح خدا کا پیغام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے اسی طرح مسلمان بھی ازل سے ابد تک رہے گا۔ اس بات پر غور کیا جائے تو مسلمان کا تعلق حضرت ابراہیمؑ سے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خدا کا گھر بنایا تھا جب کہ مسلمان کی ذمہ داری پوری دنیا کو تعمیر کرنا ہے۔ اور احکام الہیٰ کے مطابق منظم کرنا ہے۔

حنا بندی عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا

تری نسبت براہیمی ہے معمارِ جہاں تو ہے (۱۳)

حق و باطل میں امتیاز کرنا ہر کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہ بہت مشکل عمل ہے کہ عام لوگوں کو بھی حضرت ابراہیمؑ جیسی نگاہ میسر آجائے جو بت پرستی کے بجائے خدائے واحد کی وحدانیت کو پہچان سکے۔ حق و باطل کے راستے کی تلاش کے دوران ہی بعض اوقات انسان راستے سے بھٹک کر اپنے سینے میں لالچ، ہوس، خوف، تعصب اور نمود و نمائش کی چھوٹی چھوٹی مورتیاں بنا لیتا ہے جن کی وہ پرستش شروع کر دیتا ہے۔

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے

ہوس چھُپ چھُپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں (۱۴)

علامہ اقبال حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں بے خوف و خطر کودنے کے عمل کو خودی اور عشق کی معراج قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغام سے عشق تھا۔ یہ عشق اتنا پختہ اور یقین کامل کے درجے پر تھا کہ وہ آتشِ نمرود کے بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھنے کے باوجود بے خوف ہو کر کود پڑے اور اپنے انجام سے مطلق بے نیاز رہے۔ ان کے نزدیک عقل میں وہ بے خوفی و بے باکی نہیں ہوتی جو عشق کے یہاں ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ حضرت ابراہیمؑ کے اس عمل کو اس طرح یاد کرتے ہیں کہ:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

عقل ہے محوِ تماشائے لب بام ابھی (۱۵)

تاریخ انسانی میں حضرت ابراہیم کا اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے گلے پر چھری چلانا ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ حضرت ابراہیم نے جب حضرت اسماعیلؑ کو بتایا کہ بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں تو اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس پر سعادت مند بیٹے نے جواب دیا کہ اے باپ جو آپ کو حکم ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔ پھر انھوں نے اپنے والد سے کہا:

"میرے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیجیے گا تاکہ آپ پر میرا خون نہ گرے جس سے کہیں اجر کم ہو جائے کیوں کہ موت بڑی سخت چیز ہے۔ جاں نکلتے وقت ادب و تعظیم کا خیال نہیں رہ سکتا۔"(۱۶)

اس موقع پر حضرت اسماعیل نے فرزندی کے جن اصولوں اور طریقوں کا بے مثال نمونہ پیش کیا وہ انھیں کسی مکتب، مدرسے یا معلم نے نہیں سکھائے تھے بلکہ یہ آداب تو انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کی پاک نظر کے فیض کی بدولت میسر آئے تھے۔ ایسی فرمانبرداری کی تربیت کسی مکتب و مدرسے سے نہیں مل سکتی ایسی تربیت حضرت ابراہیمؑ جیسے باپ کی جھولی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے:

یہ فیضانِ نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی (۱۷)

اقبال کے نزدیک اس وقت دنیا ایک بت کدے کی شکل اختیار کر چکی ہے، جہاں لوگوں نے اپنے دلوں میں کئی طرح کے لات و منات سجائے ہوئے ہیں، جو شخص اس عہد میں بتوں سے لاتعلق ہے وہ اپنے عہد کا ابراہیمؑ ہے۔ وہ سنتِ ابراہیمی پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو ان بتوں سے دور رکھ رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت ابراہیم نے ایک بت پرست معاشرے میں پرورش پانے کے باوجود

اپنے آپ کو بتوں سے دور رکھا اور توحید شناسی کی دولت سے بہرور ہوئے۔ ان کی بستی کے سارے لوگ جب شہر سے باہر میلے پر چلے گئے تو آپ نے پیچھے ایک بسولا لے کر بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

"آپ کے ہاتھ میں ایک بسولا تھا وہی مار مار کر انہیں توڑ پھوڑ دیا۔"(۱۸)

اقبال کے نزدیک یہ کیفیت اور بغاوت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی شخص لا الہ اللہ کے حقیقی مفہوم کو قلب و نظر میں بسالیتا ہے اور ان میں خدا کے سوا کوئی اور معبود اپنی جگہ نہیں بنا پاتا۔

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے (۱۹)

شیوہ ابراہیمی بت توڑنا ہے، جب کہ بت تراشوں کا کام بت تراشنا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ جو انہوں نے رنگ و نسل کے بت تراش رکھے ہیں۔ انھیں پاش پاش کر دیں۔ اسلام دین ابراہیمؑ ہے اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ سنتِ ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے دور حاضر کے، عہدوں کے بت، حسب و نسب کے بت، نفع و نقصان کا خوف دلانے والے بت، جاہ و حشمت کے بت اور تمام غیر اللہ کے بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیں۔

آذر کا پیشہ خارا تراشی
کارِ خلیلاں خارا گدازی (۲۰)

اقبال یقینِ محکم کو بہت بڑی دولت قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مردِ مومن کا ایک اہم وصف یقین کامل ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم یقین کامل کی دولت سے مالال تھے انھیں اس بات کا ادراک تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اگر وہ چاہے تو مجھے نقصان سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اسی یقین کامل کی طاقت سے وہ بغیر حیل و حجت آتش نمرود میں کود پڑے تھے۔ کیوں کہ یقین کی قوت سے انسان اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ رکھتا ہے اور اسی خودی یعنی اپنی ذات کے اندر مخفی صلاحیتوں پر پورا اعتماد ہوتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

یقین مثلِ آتش نشینی
یقین اللہ مستی، خود گزینی (۲۱)

اقبال کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ عشق کی علامت ہیں۔ کیوں کہ ان میں یہی عشق کی دولت تھی جس کے باعث انہیں ایک بت پرست گھرانے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی پہچان ہوئی۔ اسی عشق کی بدولت انھوں نے نمرود اور اس کی قوم کے باطل خیالات کو للکارا۔

اسی عشق کی بدولت انھوں نے اپنے بیٹے اسماعیل کے گلے پر چھری چلائی، اسی عشق کی بدولت انھوں نے بیعت اللہ کی تعمیر کی اور اسی عشق کی بدولت اپنا گھر بار چھوڑ کر وطن سے ہجرت کی۔

صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق (۲۲)

علامہ اقبال کے نزدیک ہر عہد میں لوگوں نے اپنے ارد گرد لاتعداد بت بنا رکھے ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر دور کو اس کے ابراہیمؑ کی ضرورت ہوتی ہیں۔ انہیں اپنے دور میں بھی ابراہیمؑ کی تلاش رہی۔ جب دنیا بت کدے کا روپ دھار لیتی ہے تو پھر کسی ابراہیم کی لازماً ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ وہ آئے اور کلمہ توحید بلند کرے جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے کعبے کے بت توڑے تھے۔ اسی طرح آج ایک ایسے مردِ کامل کی ضرورت ہے جو آئے اور آکر تمام باطل قوتوں کو نیست و نابود کر دے:

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ اللہ (۲۳)

اقبال کا اس بات پر کامل ایمان ہے کہ جس علم کو اللہ تعالیٰ نے دل اور نظر کا ندیم بنایا ہو وہ علم خود ہی اپنے بتوں کی تباہی کے لیے حضرت ابراہیمؑ ہے جس طرح ابراہیمؑ خلیل اللہ نے جذبہ توحید کی قوت سے کعبے کے اندر رکھے ہوئے تمام بت توڑ ڈالے تھے اسی طرح دلی جذبات اور بصیرت کے حامل اہل علم اپنے پختہ عقائد و اعمال کی وجہ سے گمراہ کرنے والے تمام تصورات سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کے سینے میں غیر اللہ کا کوئی بھی بت اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہتا ہے۔

اقبال کو اس بات کا قلق ہے کہ ان سے مسلمانوں کی حالت پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی میراث مسلمانوں کے بجائے عیسائیوں نے حاصل کر لی ہے۔ حجاز کی مٹی عیسائیت کی بنیاد تیار کرنے والی بن کر رہ گئی ہے یعنی عیسائیوں نے اپنی سیاست کی وجہ سے اپنے مفادات عربوں سے حاصل کیے۔ آج عیسائیوں نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کی تمام خوبیاں اپنے نام کر لی ہیں اور میراث خلیل جن کی تھی وہ آج تہی دست و تہی داماں ہو کر رہ گئے ہیں۔ کلام اقبال میں حضرت ابراہیمؑ کی تلمیح بطور، وفاشناس، جذبہ ایثار سے سرشار، توحید کا علمبردار، بت شکن، کلمہ حق بلند کرنے والا، آتش نمرود میں بے خطر کود جانے والا حکم خدا کی تعمیل میں اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلانے والا، کے طور پر ملتی ہے۔ اقبال نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنے کلام میں مختلف واقعات، خودی اور عشق کی علامت بنا کر پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

۱. بصیرہ عنبرین ڈاکٹر، اقبال کا نغمہ شوق، اقبال اکادمی پاکستان ۲۰۲۱ء، ص ۲۷۵

۲. عابد علی عابد ڈاکٹر، تلمیحات اقبال، بزم اقبال لاہور، طبع دوم ۱۹۸۵ء، ص ۲۵۷
۳. یوسف حسین خان ڈاکٹر، روحِ اقبال، وسیب پبلشرز لاہور ۲۰۲۰ء، ص ۴۰۰
۴. عبد الجلیل سید، سوانح عمری حضرت ابراہیمؑ، تجارتی پریس فراشخانہ، کانپور ۱۹۱۱ء، ص ۷
۵. اقبال، علامہ، بانگِ درا، کریمی پریس، لاہور طبع اول ۱۹۲۴ء، ص ۲۲۲
۶. ابن کثیر "قصص الانبیا" دار السلام، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۶۷
۷. اقبال، علامہ، بانگ درا، ص ۲۲۸
۸. یوسف حسین خان، ڈاکٹر، روح اقبال، ص ۱۸
۹. علامہ اقبال ڈاکٹر، بانگِ درا، ص ۲۳۵
۱۰. اقبال، کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۲۸۰
۱۱. ایضاً، ص ۲۸۵
۱۲. ایضاً، ص ۲۹۸
۱۳. ایضاً، ص ۲۹۹
۱۴. ایضاً، ص ۳۰۲
۱۵. ایضاً، ص ۳۱۰
۱۶. عبد الجلیل سید، سوانح عمری حضرت ابراہیمؑ، ص ۳۷
۱۷. اقبال، کلیات اقبال)اردو(، ص ۳۵۳
۱۸. ابو الفدا ابن کثیر "قصص الانبیا"، ص ۱۶۲
۱۹. اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص ۳۹۹
۲۰. ایضاً، ص ۴۰۱
۲۱. ایضاً، ص ۴۰۹
۲۲. ایضاً، ص ۴۳۷
۲۳. ایضاً، ص ۵۲۷